قائداعظم ایک با اُصول اور مدبر سیاسی رہنما

عثمان احمد کسانہ

بانیٔ پاکستان، بابائے قوم قائداعظم محمد علی جناح صرف برصغیر پاک وہند میں بسنے والے مسلمانوں کے مسیحا ہی نہیں بلکہ وہ بلاشبہ بیسوی صدی کے سب سے عظیم مدبر اور زیرک سیاسی رہنما تھے۔ ان کی زندگی ایک کھلی کتاب کی مانند ہے اور ہر صفحہ وسطر متنوع رعنائیوں سے معمور ہے۔ قائداعظمؒ کی ہمہ جہت وہشت پہلو زندگی واشگاف الفاظ میں یہ درس دیتی ہے کہ اگر ایمانداری، خلوص نیت، بلندیٔ کردار اور عقل وفراست سے کام لیا جائے تو ناممکن کام بھی ممکن ہو جاتا ہے۔ قائداعظمؒ کی مستقل مزاجی اور مسلسل جدوجہد سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ محض پُر جوش نعرے اور جذباتیت سے لبریز لفاظی کسی بھی قوم کو منزل مقصود تک نہیں پہنچا سکتی۔ قوم میں جوش وخروش کا طوفان اُٹھا کر ایک رہنما وقتی طور پر اپنا

اقتدار تو قائم کرسکتا ہے مگر اپنی قوم کی امیدوں و آرزؤں کے سفینے کو کامیابی سے ساحلِ مراد تک نہیں لے جا سکتا۔ خاص طور پر ہمارے اس خطے کی ماضی قریب و بعید کی سیاسی تحریکوں اور قیادتوں کا جائزہ لینے سے مزید واضح ہو جاتا ہے کہ جن رہنماؤں نے قوم میں صرف جوش و جذبہ تو پیدا کیا لیکن انہیں عقل و شعور سے دُور رکھا، وہ قوم کی اجتماعی زندگی پر آسمانی بجلی کی طرح گرے، ذرا دیر کو چمکے اور پھر قوم کا خرمن جلا کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بُجھ گئے۔ قوم کے اندر حقیقی شعور صرف ایسا ہی رہنما بیدار کرسکتا ہے جو خود ہر مصلحت سے مُبرا ہو، بلند و شفاف کردار کا حامل ہو، دیانتداری و سچائی کا پیکر ہو، جوش و جذبہ کو عقل و شعور کے تابع رکھنے کا ہُنر جانتا ہو، جس کی منزل کسی بھی سطح کی ذاتی منفعت کی بجائے اپنی قوم کی فلاح و بہبود

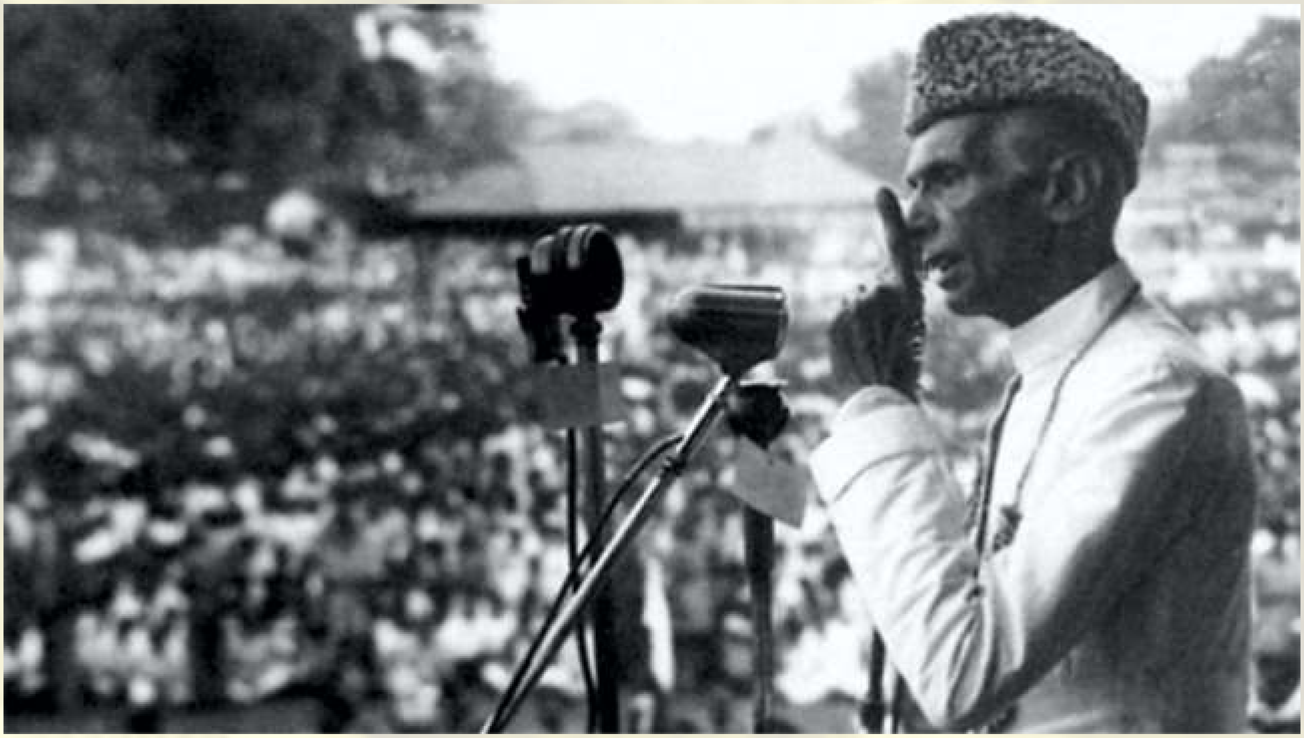

ہو۔ ہمارے قائداعظمؒ ایسے ہی تھے جن میں یہ تمام اوصاف پائے جاتے تھے بلکہ میں تو کہوں گا کہ یہ تمام خوبیاں انکو بارگاہِ ایزدی سے خصوصی عطا کے طور پر حاصل تھیں۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ پاکستان کا قیام ایک بھرپور سیاسی تحریک کے نتیجے میں عمل میں آیا اور اس طویل تحریک کو بہت سے ادوار میں تقسیم کر کے سمجھا جا سکتا ہے۔ جہاں تک قائداعظمؒ کا تعلق ہے تو آپ مسلمانانِ برصغیر کی آزادی سے پہلے ان کے حقوق کے لئے بھی میدانِ عمل میں تھے۔ لندن میں آپ کے زمانہ طالب علمی کے دوران ہی آپ کی سیاسی، دلچسپی و سیاسی تربیت کا آغاز ہو چکا تھا۔ یہاں ایک تاریخی حقیقت اور واقعاتی مثال کے ذریعے ہم اس بات کو سمجھ سکتے ہیں کہ قائداعظمؒ دنیا کے ان عظیم رہنماؤں میں سے تھے جن کی سیاسی تعلیم و تربیت حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح فرعونوں کے ایوانوں میں ہوئی کیوں کہ جب تک انسان کو فریق مخالف کے مذاق و مزاج، عادات و اطوار اور قول و کردار سے کما حقہ واقفیت نہ ہو وہ صحیح معنوں میں رہنمائی کے فرائض ادا نہیں کرسکتا۔ اسی لئے انتظام قدرت کے تحت آپ نے سب سے

پہلے اسلام کے ازلی دشمن اور ہندوستان کے غاصب انگریزوں کے ملک میں رہ کر وہاں کی سیاست کے نشیب وفراز کا بغور مطالعہ کیا۔ وہاں سے آپ نے جو سبق سیکھا اسی کی بنا پر آپ نے اس قوم کے استعمار واستبداد کا مقابلہ کیا۔ اور پارلیمانی زندگی میں اپنی فہم وفراست، سعی پیہم، تنقید و تبصرہ حاضر دماغی اور حاضر جوابی کے وہ جوہر دکھائے کہ خود انگریزوں کی سیاست آپ کے سامنے ناکام ہوگئی اور انہیں ہندوستان کی حکومت سے دست بردار ہونا پڑا۔

دوسری سیاسی تربیت آپ نے ہندوستان کی بڑی سیاسی جماعت آل انڈیا کانگرس میں رہ کر ہندو قوم سے لی جو ایک ہزار سال تک

مسلمانوں کی محکوم رہ چکی تھی۔ جسے ابھی تک حکومت کرنے کا کہیں کوئی موقع نہ ملا تھا۔ یہ قائداعظمؒ جیسے بااصول انسان کا حوصلہ تھا کہ وہ کم وبیش بیس سال تک اس قوم کے ساتھ نامساعد حالات میں نباہ کرتے رہے اور اتنے طویل عرصہ کے اندر اس قوم اور اس کے رہنماؤں کی فطرت اور طینت کی معرفت حاصل کرنے کے بعد سیاست وقابلیت کے ذریعے ایسے ناکوں چنے چبوائے کہ تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ ہندوؤں سے علیحدگی اور پھر مختصر مگر جاندار جدوجہد کے نتیجے میں علیحدہ اسلامی مملکت کا قیام کسی معجزے سے کم نہ تھا۔ قیام پاکستان کے بعد یہاں نافذ ہونے والے نظام کے بارے میں بہت سی من گھڑت قیاس آرائیاں پاکستان بنانے والوں کے اُجلے، شفاف اور واضح موقف کو دھندلانے کی ناکام سعی کے سوا کچھ نہیں۔

قائداعظمؒ بڑے دوراندیش صاحب بصیرت اور مزاج شناس تھے۔ نظام حکومت اور نوزائیدہ مملکت کے آئین کے حوالے سے آپ

کے ذہن میں کسی قسم کا کوئی ابہام نہ تھا۔ آپ جو صحیح سمجھتے تھے وہی فرماتے تھے اور جو فرماتے تھے اس کا وہی مفہوم ہوتا تھا جس کا اظہار کرتے تھے۔ ان کے نزدیک اُن کے ہر قول کا ایک مقصد ہوتا تھا اور اس مقصد پر عمل درآمد ان کے نزدیک بہت اہم تھا۔ کہنا کچھ اور کرنا کچھ، اُن کا وطیرہ بالکل نہیں تھا۔ دستور کی تیاری کے حوالے کے ساتھ ساتھ انہوں نے حکومت کے بارے میں بھی قوم کے سامنے وضاحت کر دی تھی تا کہ ان کا فرمان رہنمائی فراہم کرتا رہے۔ اس حوالے سے اُنہوں نے کراچی میں ایک موقع پر اس کی یوں وضاحت کی تھی کہ:۔

’’حکومت سازی کے تصور کا یہ امتیاز پیشِ نظر رہنا چاہیے کہ اس میں اطاعت اور وفا کیشی کا مرجع خدا کی ذات ہے جس کی تعمیل کا عملی ذریعہ قرآن مجید کے احکام اور اصول ہیں۔ اسلام میں اصلاً کسی بادشاہ کی اطاعت ہے نہ پارلیمنٹ کی نہ کسی شخص اور ادارے کی۔ قرآن کے احکام ہی سیاست

و معاشرت میں ہماری آزادی اور پابندی کی حدود متعین کر سکتے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں حکومت قرآن کے اصول و احکام کی حکومت ہے۔‘‘

قائد اعظمؒ کے اس طرح کے کئی بیانات ہیں جو پاکستان قائم ہونے سے پہلے کے دور سے تعلق رکھتے ہیں اور یہ سلسلہ قیامِ پاکستان کے بعد بھی جاری رہا۔ اُن کی ۱۱ اکتوبر ۱۹۴۷ء کی تقریر کا اقتباس زیرِ مطالعہ لانا بہت ضروری ہے جب اُنہوں نے پاکستان کے سول، برّی، بحری اور فضائی ملازمین سے خطاب کیا۔ اس تقریر میں اُنہوں نے بڑے واضح انداز میں قیام پاکستان کے مقاصد پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا:۔

’’پاکستان کا قیام، جس کے لیے ہم پچھلے دس سال سے جدوجہد کر رہے تھے، اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایک مسلمہ حقیقت بن چکا ہے لیکن ہماری منشا اپنے لیے ایک آزاد مملکت کا حصول ہی نہیں تھا بلکہ اصل منشا ایک ایسی مملکت کا حصول تھا جہاں ہم اپنی روایات اور تمدنی خصوصیات کے

مطابق ترقی کر سکیں، جہاں ہمیں معاشرتی عدل کے اسلامی اصولوں کو نافذ کرنے کے آزادانہ مواقع حاصل ہوں اور جہاں اسلام کے معاشرتی انصاف کے اصول جاری وساری ہوں۔''

اس بیان میں قائداعظمؒ نے کتنی وضاحت سے فرمادیا ہے کہ محض مملکت کا حصول ہی ہمارا مدعا نہیں تھا بلکہ اصل مقصد یہ تھا کہ ایسی مملکت حاصل کی جائے جہاں ہم اسلامی روایات اور اصولوں کے مطابق اپنا نظام مملکت قائم کر سکیں۔ کیا اس فرمان میں یہ بات کھل کر عیاں نہیں ہو جاتی ہے کہ قائداعظمؒ پاکستان میں اسلامی عدل وانصاف پر مبنی نظام حکومت کے داعی تھے۔

اسی بات کو بہت پہلے آپ نے ایک اور انداز میں کہا اور یہ بات ۲ نومبر ۱۹۴۱ء کی ہے جب آپ نے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے طالبِ علموں سے خطاب کے دوران کہا تھا کہ ''مجھے اپنی اسلامی تاریخ کی روشنی میں اپنی روایات، اپنی ثقافت اور اپنی زبان برقرار رکھتے ہوئے زندگی بسر کرنے دو''۔ آپ نے طلباء کو بھی زور دے کر مشورہ دیا تھا کہ میں تو ایسا ہی کرتا ہوں لیکن ''آپ بھی ایسا ہی کریں تاکہ اسلامی طرز زندگی نمایاں ہو کر سامنے آئے۔

اسی بات کا اعادہ ہم قائداعظمؒ کے ۲۰ نومبر ۱۹۴۵ء میں سرحد مسلم لیگ کانفرنس کے نام ایک پیغام میں بھی دیکھتے ہیں جب آپ نے فرمایا:۔

''مسلمانوں کے مطالبۂ پاکستان کا مقصد ایک آزاد خطے کا حصول ہے جہاں وہ آزادی کے ساتھ اپنے ضابطۂ حیات، اپنی تمدنی

روایات اور اسلامی قوانین کے مطابق حکومت قائم کرسکیں'' ۔ان تمام فرامین میں قائداعظمؒ کے زریں خیالات اس بات کی طرف اشارہ کررہے ہیں کہ پاکستان ایک اسلامی فلاحی مملکت ہوگی ۔ یہاں بسنے والے سب لوگ یکساں مواقع سے مستفیض ہونگے ۔کسی بھی فرد یا طبقے کی فلاح کسی دوسرے کے استحصال کا موجب نہیں بنے گی ۔یہی وہ خوبصورت خواہش اور تمنا تھی جو بہت پہلے سے قائداعظمؒ نے اپنے سینے میں محفوظ کررکھی تھی۔

۱۹۳۹ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کونسل کے ایک اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے قائداعظم نے فرمایا تھا۔

''میری زندگی کی واحد تمنا یہ ہے کہ مسلمانوں کو آزاد اور سربلند دیکھوں اور میرا خدا یہ کہے کہ جناح تم بے شک مسلمان پیدا ہوئے اور کفر کی طاقتوں کے غلبے میں اسلام کے علم کو سربلند رکھتے ہوئے مسلمان مرے۔''

آج قائداعظمؒ کو ہم سے رخصت ہوئے تقریباً ۷۴ برس بیت چکے اور اُن کا پاکستان ۷۵ برس سے زائد کا ہو چکا ہمیں اپنا محاسبہ بھی کرنا ہے اور ان تمام اصول وضوابط سے رہنمائی بھی حاصل کرنی ہے جو ہمارے قائد نے ورثے میں چھوڑے۔آج بھی پاکستان دنیا کی عظیم قوت اور مضبوط مملکت کے طور پر اپنا وقار اگر بحال رکھ سکتا ہے تو اس کے لئے صرف اور صرف قائداعظم محمد علی جناحؒ کے اُفکار کو اپنانا ہوگا۔